قربانی

مسلمان کو مسلمان بناتی ہے

خرم مرادؒ

قربانی اور اندرونی صلاحیتیں

قربانیاں ہماری جدوجہد کی کامیابی میں دو طریقوں سے اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ ایک یہ کہ ہماری اندرونی روحانی اور اخلاقی طاقتوں کو مضبوط کر دیتی ہیں اور ہمارے کردار کی اُن صفات کو پروان چڑھاتی ہیں جو ہماری جدوجہد کے ہر مرحلے پر کامیابی کے لیے لازمی ہیں۔ دوسرا یہ کہ اجتماعیت میں نظم و ہم آہنگی کو فروغ دیتی ہیں اور انھیں تقویت پہنچاتی ہیں، اور وسیع تر معاشرتی سطح پر جہاد برپا کرنے کی صلاحیتوں اور قوتوں سے بہرہ مند کرتی ہیں۔

قربانی کا ہر عمل آپ کے ایمان میں اضافہ کرتا ہے اور اس کو نشوونما دیتا ہے۔ یہ عمل آپ کے زبانی اعلان اور ذہنی ایقان کو ایک زندہ حقیقت میں بدل دیتا ہے۔ اللہ سے آپ کی محبت کی توثیق کرتا ہے اور اس میں اضافہ کا موجب بنتا ہے، کیوں کہ ہر قدم پر جب آپ اللہ کی محبت میں کوئی شے قربان کرتے ہیں، تو اللہ سے آپ کا اخلاص اور اُس پر آپ کا ایمان مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے، دیگر تمام وفاداریاں ثانوی حیثیت اختیار کرلیتی ہیں، کیوں کہ اُنھیں آپ صرف اللہ سے وفاداری کی خاطر قربان کر دیتے ہیں۔ مختصر الفاظ میں قربانیاں آپ کو اللہ سے قریب تر کر دیتی ہیں۔ دونوں باتیں ایک دوسرے پر اثرانداز ہوتی ہیں۔ عقیدہ جتنا مضبوط ہوگا قربانی دینے کی صلاحیت اور عزم اتنا ہی زیادہ ہوگا، اور جتنی بڑی قربانی دی جائے گی، عقیدہ اُتنی ہی گہری جڑ پکڑتا جائے گا۔

★ خرم مراد کی انگریزی کتاب Sacrifice کا ایک باب۔ ترجمہ: احمد حاطب صدیقی

تمام اخلاقی اوصاف کی افزایش کے لیے قربانیاں جزوِلازم ہیں، بالخصوص قوتِ برداشت، استقامت، استقلال، تحمل وبردباری، عزمِ صمیم اور اولوالعزمی کی صفات میں اضافے کے لیے۔ ان تمام صفات کا خلاصہ ایک لفظ میں کیا جاسکتا ہے اور وہ ہے: 'صبر'۔ ہر قربانی صبر کی صلاحیت کو تقویت پہنچاتی ہے، اس کے درجے میں اضافہ اور مضبوطی پیدا کرتی ہے۔اس کے عوض صبر قربانی کی صلاحیت میں اضافہ اور استقرار پیدا کرتا ہے۔ یہ بھی دوطرفہ عمل ہے۔ اللہ کی طرف سے مدد ونصرت کے تمام وعدے، اِس دُنیا میں فوز وکامرانی کی تمام یقین دہانیاں اور آخرت کے تمام انعامات واکرامات، سب ایمان اور صبر کے اکتساب سے مشروط ہیں۔(آل عمران ۳:۱۲۵، ۱۳۹، الانفال ۸:۴۶، الاعراف ۷:۱۳۷، الزمر ۳۹:۱۰)

قربانی اور اجتماعی نظم وضبط

صبر بہت جامع وصف ہے۔اس کے متعدد پہلوؤں میں سے ایک پہلو نظم وضبط ہے۔ نظم وضبط کا قربانی سے قریبی تعلق ہے۔ اصل میں دونوں کا ایک دوسرے پر انحصار ہے۔نظم وضبط اپنے مکمل مفہوم میں، بشمول ذاتی نظم وضبط، روحانی واخلاقی نظم وضبط، جماعتی نظم وضبط اور سماجی نظم وضبط، اُس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک آپ اپنی محبوب چیزوں کی قربانی دینے کے لیے تیار نہ ہوں۔ آپ اُس وقت تک اُن چیزوں کی قربانی بھی نہیں دے سکتے، جن کی آپ کے نزدیک کوئی قدروقیمت ہے جب تک آپ اپنے اندر نظم وضبط نہ پیدا کرلیں —— اندرونی نظم وضبط۔ اگرچہ منظم اجتماعی زندگی بھی فرد کے اندر قربانی کی روح پھونکنے میں کم اہم کردار ادا نہیں کرتی۔ قربانی بھی اس طرح کی منظم اجتماعی زندگی کو تشکیل دینے اور اسے قائم رکھنے کے لیے اُتنی ہی ضروری ہے۔ آیئے ہم ایک مختصر جائزہ لیں کہ کیوں ضروری ہے؟

واضح بات ہے کہ جب اللہ کی راہ پر آپ اکیلے چل رہے ہوں تو اُس کی رضا وخوشنودی کے حصول میں کامیاب ہونے کے لیے آپ کو عظیم سے عظیم تر قربانیاں دینے اور زیادہ سے زیادہ ضبطِ نفس اختیار کرنے کی ضرورت پڑے گی۔ مگر جوں ہی آپ یہ فیصلہ کرلیں کہ آپ دوسروں کے ساتھ مل کر دُنیا کو اُس کے خالق کی اطاعت وفرماں برداری کے تحت لانے کی اجتماعی جدوجہد کریں گے تو آپ کو اور زیادہ قربانیاں دینے کی ضرورت پڑے گی۔اس کے بغیر آپ کی منظم اجتماعی

جدوجہد ہی کوئی پایدار صورت اختیار کر سکتی ہے نہ آپ کے اندر اپنے مشن میں کامیابی کے لیے کوئی اُمنگ پیدا ہو سکتی ہے۔ قرآن کہتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ○ (الصف ۶۱: ۴) ''اللہ کو تو پسند وہ لوگ ہیں جو اُس کی راہ میں اِس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں''۔ کتنی حسین اور معنی خیز تمثیل ہے۔ مضبوط اور ٹھوس، مربوط اور پیوست، ناقابلِ تسخیر اور ہر طرح کے شگاف اور دراڑ سے مبرا، یہ ہے وہ انداز جس سے مسلم اُمہ مل جل کر اور باہم مربوط ہو کر اللہ کی راہ میں جدوجہد کرتی ہے۔

اب دیکھیے دیوار کس طرح تعمیر کی جاتی ہے؟ بہت سی اینٹیں جوڑی جاتی ہیں تو دیوار بنتی ہے۔ ہر اینٹ اپنی منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ یہ اینٹیں ایک ٹھوس، مضبوط اور ناقابلِ تسخیر دیوار بننے کے لیے 'صف بندی' کیسے کرتی ہیں؟ ایک اینٹ دوسری اینٹ کے ساتھ کھڑی کر کے اور ایک اینٹ دوسری اینٹ کے اوپر نصب کر کے آپ سمینٹ سے جوڑ دیتے ہیں اور دیوار اونچی کرتے چلے جاتے ہیں۔ ہر ہر مرحلے پر دیوار کی مضبوطی اور اونچائی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ ہر اینٹ دوسری اینٹ سے اُسی طرح مشابہت رکھتی ہے جس طرح کی مشابہت ایک انسان دوسرے انسان سے رکھتا ہے، باوجودے کہ ہر ایک کی اپنی اندرونی انفرادیت بھی ہوتی ہے۔ کسی اینٹ کو اپنی یہ انفرادیت قربان کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مضبوطی اور شان داری کی یہ خوبیاں یقیناً بہت سی انفرادیتوں کے اکٹھا ہو جانے سے حاصل ہوتی ہیں۔

لیکن اگر آپ ایک دیوار بنائیں اور ہر اینٹ اپنے طریقے پر چلنے پر اَڑ جائے، اور اگر وہ اُس بوجھ کو سہارنے کے لیے تیار نہ ہو جو اوپر والی اینٹ سے اُس کو منتقل ہوگا یا جو سہارا اُسے اپنے نیچے والی اینٹ کو دینا ہے، اور اگر وہ اینٹ جسے کونے میں نصب ہونا ہے وہ اس بات کے لیے تیار نہیں کہ اُس کی ایسی تراش خراش کی جائے جس سے وہ اپنے مقام پر درست انداز سے فٹ ہو جائے، تو کوئی مضبوط دیوار کبھی بھی تعمیر نہیں کی جاسکتی۔ بہت سی اینٹوں کو زمین کے اندر بنیادوں میں نصب ہونا پڑتا ہے، عمارت بن جانے کے بعد وہ کسی کو دکھائی نہیں دیتیں، حالانکہ پوری عمارت کا بوجھ اُنھی پر ہوتا ہے اور اُن کی اس قربانی کے بغیر عمارت زمین سے بھی اوپر نہیں اُٹھ سکتی۔ بہت سی اینٹوں کی توڑ پھوڑ کرنی پڑتی ہے تاکہ ایک ہموار دیوار بنائی جاسکے۔

ہر اینٹ سے تھوڑی تھوڑی قربانی لیے بغیر ایک مضبوط دیوار کبھی وجود میں نہیں آسکتی۔

قربانی کیا ہے؟

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ قربانی کیا ہے؟ ہم کیا قربان کریں؟ کون سی قربانیاں دینا زیادہ دُشوار ہے؟ کن قربانیوں کو عظیم قربانی کہا جاسکتا ہے؟

● **دو اقسام**: قربانی، جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، سادہ الفاظ میں اُن اشیا سے دست بردار ہوجانے کا نام ہے جو ہمیں محبوب ہیں، ہماری پسندیدہ ہیں اور جن کی ہماری نظروں میں کچھ قدروقیمت ہے۔ جو فی الوقت ہماری ملکیت میں ہیں یا مستقبل میں ہم جنھیں حاصل کرلینے کی تمنا اور آرزو رکھتے ہیں۔ یہ اشیا قابلِ محسوس یا مادّی اشیا بھی ہوسکتی ہیں اور ناقابلِ محسوس یا مجرد اشیا بھی۔ مادّی اشیا میں سے اہم چیزیں وقت، دولت، دُنیاوی مال ومتاع، جسمانی صلاحیتیں اور زندگی ہیں۔ مجرد اشیا میں سے اہم چیزوں میں ہمارے پیار محبت کے رشتے ناتے بالخصوص خاندانی تعلقات، ذاتی پسند و ناپسند، ترجیحات وتعصّبات، خیالات اور نقطۂ نظر، آرزوئیں اور تمنائیں، آرام وراحت، عہدہ ومنصب یا محض ہماری انا اور خود پسندی۔

یہاں مجھے تین بنیادی اُصول پیش کرنے کی اجازت دیجیے جو میری نظر میں قربانی کے مکمل مفہوم سے آگاہ ہونے کے لیے سمجھنا ضروری ہیں:

اوّل: کسی چیز سے دست بردار ہوجانا صرف اُسی صورت میں قربانی کہلائے گا جب وہ چیز ہمیں محبوب ہو اور ہمارے نزدیک اُس کی کوئی قدروقیمت ہو۔ اس لحاظ سے مادّی اور مجرد اشیا کے مابین کوئی خطِ امتیاز کھینچنا دُشوار ہے۔ حتمی تجزیہ یہ ہوگا کہ ہر قربانی ہماری محبت اور ہماری قابلِ قدر چیزوں کی قربانی ہے۔ جب ہم اپنی دولت، اپنی زندگی یا اپنے خاندانی تعلقات سے اللہ کی خاطر دست بردار ہوتے ہیں، تو درحقیقت ہم جس چیز سے دست بردار ہورہے ہوتے ہیں، اور جو کیفیت اِسے قربانی کی شکل دیتی ہے، وہ خود مال، زندگی یا رشتوں ناتوں سے دست برداری نہیں بلکہ مال کی محبت، زندگی کی محبت یا عزیزوں اور رشتہ داروں کی محبت سے دست برداری ہے۔

دوم: مادّی چیزوں کے بجاے مجرد اشیا کی قربانی دینا زیادہ دُشوار اور زیادہ ضروری ہے۔

سوم: ہم اپنی محبوب اور قابلِ قدر اشیا سے صرف اُنھی چیزوں کے لیے دست بردار ہوسکتے

ہیں جو ہمیں اِن سے زیادہ محبوب ہوں اور جن کی ہماری نظر میں اِن سے زیادہ قدروقیمت ہو۔

مادّی قربانیاں

یہاں ہمیں مادّی اشیا کی قربانی پر زیادہ وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں۔ہم ایسی قربانیوں سے خوب واقف ہیں،ان کا اچھی طرح سے ادراک رکھتے ہیں اور ان کی ضرورت اوراہمیت کو تسلیم بھی کرتے ہیں، اُس صورت میں بھی کہ جب کئی مواقع پر ہم خود اس قسم کی قربانیاں دینے کے قابل نہ ہوں یا اس قسم کی قربانیاں دینے میں دُشواری محسوس کررہے ہوں۔لیکن اگر ہم نے اپنے آپ کو کسی نصب العین کے حصول کے لیے وقف کردیا تو وقت یا موقع آنے پر ہمیں ان میں سے ہر شے کی قربانی دینی ہوگی۔لہٰذا ہم یہاں رُک کر اُن کی کچھ اہم خصوصیات ملاحظہ کرتے ہیں۔

وقت

وقت ہماری سب سے قیمتی متاع ہے۔ ہماری زندگی کی کوئی ضرورت اور کوئی خواہش اُس وقت تک پوری نہیں ہوسکتی جب تک کہ ہم اُس کے حصول کے لیے وقت نہ نکالیں اور باقاعدہ وقت نہ دیں۔ہم اپنا وقت مسرت کی تلاش میں صرف کر سکتے ہیں، دُنیاوی مال ومتاع اور دولت کمانے میں صرف کر سکتے ہیں، کام میں صرف کر سکتے ہیں،لطف اندوزی میں صرف کر سکتے ہیں یا محض وقت گزاری میں بھی—— کچھ نہ کرتے ہوئے۔

وقت وہ اوّلین شے ہے جو اللہ ہم سے طلب کرتا ہے۔اللہ کی راہ میں جہاد کرنے میں وقت صرف ہوتا ہے۔نماز ادا کرنے میں وقت صرف ہوتا ہے۔دعوت کا کام کرنے میں وقت صرف ہوتا ہے۔قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے میں وقت صرف ہوتا ہے، اور بیمار کی عیادت کرنے میں وقت صرف ہوتا ہے۔اللہ سے اپنا عہد پورا کرنے کے لیے ہمیں ہر لمحہ اُس کی رضا کے حصول میں صرف کرنا ہوگا۔لیکن اگر آپ مزید گہرائی میں جاکر غور کریں تو آپ تسلیم کریں گے کہ جو چیز آپ فی الواقع قربان کررہے ہیں وہ وقت نہیں ہے۔ وہ اشیا ہیں جن کی جستجو میں آپ کا وقت صرف ہوتا ہے، ایسی اشیا جو آپ کی زندگی کے نصب العین سے متصادم ہوسکتی ہیں، بےمعنی، غیر اہم، یا اللہ کے کام کے مقابلے میں کم اہم۔لہٰذا اسلام کے لیے وقت نکالنے سے قبل، کوئی اور کام کرنے سے پہلے، آپ کو

بہت سی ایسی چیزوں کی قربانی دینی ہوگی جو آپ کا وقت لے لیتی ہیں۔

آپ اپنے آپ کو ان چیزوں کی قربانی دینے، اور اپنا وقت اللہ کے لیے مخصوص کر دینے پر کس طرح آمادہ کر سکتے ہیں؟

یاد رکھیے کہ وقت ایسی چیز ہے جسے آپ ایک لمحے کے لیے بھی تھام کر نہیں رکھ سکتے۔ یہ مسلسل آپ کے ہاتھ سے نکلتا اور پھسلتا ہی رہے گا، خواہ آپ اسے کسی کام میں بھی صرف کرنا چاہیں۔ وقت سے ملنے والا فائدہ بس وہی کچھ ہے جو آپ اُس وقت میں حاصل کر لیتے ہیں۔ ورنہ وقت تو برف کی طرح پگھل کر ختم ہو جائے گا، البتہ جو چیز آپ حاصل کریں گے وہ رہ جائے گی۔

ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیے کہ وقت کا ہر لمحہ یا تو ابدی سکون و راحت میں بدل سکتا ہے یا کبھی نہ ختم ہونے والے عذاب میں۔ اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ آپ وقت کو کیسے صرف کرتے ہیں۔ اِس بات کو ذہن نشین رکھنے کے نتیجے میں آپ زیادہ ثابت قدمی کے ساتھ وقت کی قربانی دے سکیں گے۔ وہ لمحے جنھیں آج آپ اپنی گرفت میں نہیں رکھ سکتے، کل آپ کے لیے نفع بخش ثابت ہوں گے، وہ کبھی ضائع نہیں جائیں گے۔ آخر آپ اُن چیزوں کے حصول کی قربانی کیوں نہ دیں جو کل آپ کو کبھی نہ ختم ہونے والی پریشانی یا پچھتاوے کی صورت میں واپس ملیں گی؟

پس جب وقت گزر رہا ہے تو ذرا گہرے غور وخوض سے حساب لگائیے کہ آپ کیا حاصل کر رہے ہیں؟ کوئی ناپایدار شے یا کوئی ابدی چیز؟ آگے چل کر یہ کوئی پچھتاوا بنے گا یا خوشی؟ آپ کے وقت میں سے اسلام کو کون سی ترجیح ملی ہوئی ہے؟ اپنے وقت کا کتنا حصہ آپ نے اللہ کے لیے مخصوص کیا ہے؟ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ (الحشر ۵۹:۱۸) ''ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے؟''

اللہ کے لیے اپنے وقت کی قربانی دینا اسلام کی روح ہے۔ جب بھی پکارا جائے آپ کو لازماً لبیک کہنا ہے۔ یوں اللہ کی راہ میں اپنے وقت کی قربانی دے کر آپ اپنے آپ کو ہر چیز کی قربانی دینے کے لیے تیار کر لیں گے۔ دن میں پانچ مرتبہ آپ کے اندر یہ صفت راسخ کی جاتی ہے۔ جمعہ کے دن کے لیے آپ کو ہدایت ہے کہ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

تَعْلَمُوْنَ ○ (الجمعہ ۶۲:۹) ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب پکارا جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن، تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو‘‘۔

دولت اور متاعِ دُنیوی

آپ کا زیادہ وقت دولت کمانے یا دولت کے ذریعے سے متاعِ دُنیوی حاصل کرنے میں گزرتا ہے۔ اُن کی طلب اور اُن کی محبت ہماری فطرت میں رچی بسی ہوئی ہے۔ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط (اٰل عمران ۳:۱۴) ’’لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس: عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آیند بنادی گئی ہیں‘‘۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ متاعِ دُنیا سے رغبت و محبت کوئی مذموم بات ہے، نہ غلط بات ہے، نہ بدی۔ یہ دُنیا برائیوں کی پوٹ نہیں‘ اس طرح کی باتیں قرآن کی تعلیمات میں نہیں ملتیں۔ قرآن میں مال و دولت کو گھٹیا اور حقیر چیز نہیں قرار دیا گیا ہے ’خیر‘ کہہ کر پکارا گیا ہے۔ اور یہ بالکل معقول بات ہے، کیوں کہ اللہ کی راہ اور اُخروی نعمتوں کا راستہ اسی دُنیا سے گزرتا ہے۔ اگر ہم اس دُنیا کو اپنے اوپر حرام کرلیں تو کوئی چیز ایسی نہیں بچتی جس کی مدد سے ہم آخرت کے انمول خزانے حاصل کرسکیں۔ چناں چہ یقینی طور پر یہی دُنیا وہ واحد وسیلہ ہے جس کی بنا پر ہم اللہ کی رضا اور اگلی دُنیا کی مسرتیں حاصل کرسکتے ہیں۔

جو چیز اس دُنیا کو برائی اور شر بناتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم اس بات کو فراموش کردیں کہ یہ سب کچھ ہماری صوابدید پر صرف اسی دُنیا کی زندگی کے لیے دیا گیا ہے۔ یہ اُس حقیقی اور ابدی نصب العین کے حصول کا ایک وسیلہ ہے، جو اس دُنیا و مافیہا سے بہتر چیز ہے۔ جب ذریعہ منزل بن جائے تو وہ ہمیں حقیقی قدر و قیمت والی چیز سے بھٹکا کر مصائب و آلام میں مبتلا کردیتا ہے۔ اوپر جس قرآنی آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ آگے چل کر کہتی ہے:

ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ط لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَھَّرَۃٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ ط (اٰل عمرٰن ۳:۱۴-۱۵)، یہ سب دُنیا کی چندروزہ زندگی کے سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔ کہو: میں تمھیں بتاؤں کہ ان سے اچھی کیا چیز ہے؟ جو لوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں انھیں ہمیشگی کی زندگی حاصل ہوگی، پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے۔

دُنیاوی مال و متاع کو اللہ کی راہ میں قربان کردینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ جب حقیقی فیصلے کا وقت آتا ہے تو اچھے اچھے ڈانواڈول اور ناکام ہوجاتے ہیں۔ چند چیزیں یاد رکھنے کی ہیں جو یہ دشوار قربانیاں دینے میں آپ کی مدد کریں گی:

اوّل: کوئی چیز آپ کی اپنی ملکیت نہیں، ہر چیز کا مالک اللہ ہے۔ جب آپ اللہ کی راہ میں کوئی چیز قربان کرتے ہیں تو آپ وہ چیز اُس کے اصل مالک کو محض لوٹا رہے ہوتے ہیں۔

دوم: آپ کے دُنیاوی مال و متاع کی خواہ کتنی ہی قدر و قیمت کیوں نہ ہو، آپ کے آخری سانس کے ساتھ ہی آپ کے لیے اُس کی قیمت صفر ہوجائے گی:

مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ ط (النحل ۱۶:۹۶)، جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ خرچ ہوجانے والا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے۔

وَاضْرِبْ لَھُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰہُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ ھَشِیْمًا تَذْرُوْہُ الرِّیٰحُ ط وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا o اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ج (الکہف ۱۸:۴۵-۴۶)، اور اے نبیؐ، انھیں حیاتِ دُنیا کی حقیقت اس مثال سے سمجھاؤ کہ آج ہم نے آسمان سے پانی برسا دیا تو زمین کی پود خوب گھنی ہوگئی، اور کل وہی نباتات بھس بن کر رہ گئی جسے ہوائیں اُڑائے لیے پھرتی ہیں۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ مال اور یہ اولاد محض دُنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرایش ہے۔

سوم: صرف اللہ کی راہ میں خرچ کرکے ہی آپ اس کا کئی گُنا زیادہ واپس حاصل کرسکتے ہیں:

وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا ط وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ھُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ط (المزمل ۷۳:۲۰)، اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو۔ جو کچھ بھلائی تُم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں موجود پاؤ گے، وہی زیادہ بہتر ہے اوراس کا اجر بہت بڑا ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ ط وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ○ (البقرہ ۲:۲۶۱)، جولوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں، اُن کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اُس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سَو دانے ہوں، اسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے، افزونی عطا فرماتا ہے۔ وہ فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی۔

ذرا ایک لمحے کے لیے سوچیے: اسلام سے آپ کی وابستگی کے دعوے کی کیا حیثیت رہ جائے گی اگر آپ اپنے نصب العین کے بجاے فضول قسم کی لطف اندوزی، مثلاً تمباکو نوشی اور چٹورپن پر زیادہ رقم خرچ کریں۔ اللہ کے وعدے پر آپ کے ایمان کی کیا حیثیت ہوگی اگر اس دُنیا میں حصولِ منفعت کی ہلکی سی اُمید پر بھی آپ اپنی ساری بچت کی سرمایہ کاری کرگزریں، مگر، کم ازکم سات سَوگُنا نفع کا وعدہ، جو کبھی واپس نہیں لیا جائے گا، آپ کو اپنے بٹوے کا مُنھ کھولنے پر مجبور نہ کرے۔ آپ حساب لگاسکتے ہیں کہ اپنی دولت کا جتنا حصہ آپ اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں اُس کی روشنی میں اسلام کو آپ کی زندگی میں کیا مقام حاصل ہے۔

دولت کی قربانی دینا کبھی بھی آسان کام نہیں رہا۔ مگر ہمارا زمانہ وہ زمانہ ہے کہ جس میں بہتر معیارِ زندگی، عیش وعشرت پسندی، اسراف، اور مادّیت پرستی زندگی کا واحد مقصد بن کر رہ گئے ہیں۔ لہٰذا آپ کو محتاط رہنے کی ضرورت ہے کہ کہیں اس معاملے میں آپ کو ناکامی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

زندگی

ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ کی راہ میں آپ کو اپنی جان قربان کردینے کی ضرورت بھی پیش آئے گی۔ اپنی جان کی قربانی پیش کردینا شہادت دینے کا بلندترین عمل ہے، ایسی صورت

میں آپ شہید کہے جانے کے حق دار قرار پاتے ہیں۔ زندگی آپ کی سب سے قیمتی متاع ہے۔ اس کی قربانی دینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے وہ سب چیزیں قربان کر دیں جو زندگی آپ کو عطا کرتی ہے یا عطا کر سکتی ہے، وہ تمام مادّی اور غیر مادّی چیزیں جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

جوں ہی آپ کو اس حقیقت کا احساس ہوگا کہ اپنی زندگی کے مالک آپ نہیں ہیں بلکہ اللہ ہے تو آپ یقیناً اُس کی راہ میں اپنی زندگی نثار کر دینے پر آمادہ و تیار ہو جائیں گے۔ آپ اُس کی امانت اُس کے حضور پیش کر دیں گے۔ یہ بات بھی آپ کے ذہن نشین رہنی چاہیے کہ موت سے آپ کو مفر نہیں ہے، وہ اپنے مقررہ وقت پر، مقررہ جگہ پر اور مقررہ طریقے سے آکر رہے گی۔ (اٰل عمران ۳:۱۸۵، ۱۴۴-۱۴۵، ۱۵۴-۱۵۶، النّساء ۴:۷۸)۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں جان دیتے ہیں وہ اپنے لیے، اپنی قوم کے لیے اور اپنے نصب العین کے لیے حیاتِ ابدی حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ عمل اُن کی موت کو افضل و اشرف موت بنا دیتا ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرہ ۲:۱۵۴)''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، اُنھیں مُردہ نہ کہو، ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمھیں اُن کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا''۔

حُبِّ دُنیا نہ ہو، خوفِ مرگ نہ ہو، تب ہی آپ کو وہ استقامت حاصل ہوگی جو زندگی قربان کرنے کے لیے ضروری ہے۔ مخالف قوتوں پر آپ صرف اُسی صورت میں غلبہ حاصل کر سکتے ہیں جب جان دینے پر آمادہ ہوں۔ کامیابی کا دروازہ بس اسی طرح کھلے گا۔ مر کر آپ زندگی پا لیتے ہیں، اپنے لیے بھی اور اپنی قوم کے لیے بھی۔ شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے۔ جب تک آپ جان دینے کے لیے تیار نہ ہوں تب تک آپ زندہ رہنے کے حق سے محروم رہیں گے، بالخصوص بحیثیتِ قوم۔ ایسا نہیں ہے کہ ہم میں سے ہر فرد کو اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے پکارا جائے گا، مگر آرزوے شہادت کی آگ ہر دِل میں بھڑکنی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جو اللہ کی راہ میں جہاد نہ کرے یا اس کی آرزو بھی نہ رکھے وہ منافق کی موت مرے گا'' (مسلم)۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ: ''اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، مجھے یہ محبوب ہے کہ میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، اور پھر زندہ کیا

جاؤں، اور پھر اللہ کی راہ میں مارا جاؤں‘ (بخاری، مسلم)۔ (جاری)